وسطی ایشیا میں اسلام

جناب ڈاکٹر سعید اللہ قاضی صاحب۔ پشاور یونیورسٹی

(۲)

حضرت عمرؓ کے بعد اموی دور میں اسلام زیادہ پھیلا۔ اس دور میں اسلامی دعوت دور دراز علاقوں تک جا پہنچی اور مفتوحہ علاقوں کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق سے ۱۰۰ یا ۱۲۰ ملین درہم بطور جزیہ وصول کیے جاتے تھے۔ عبدالملک کے دور میں یہ رقم گھٹ کر ۵۰ ملین رہ گئی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اکثر ذمیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔[۱]

ولید بن عبدالملک کے دور میں قتیبہ ابن مسلم خراسان کے والی تھے۔ انہوں نے وسط ایشیا میں بہت سارے علاقے فتح کیے۔ اہلِ سمرقند کے ساتھ صلح کی۔ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان یہاں مسجد بنائیں گے، اس میں باجماعت نماز ادا کریں گے اور خطبہ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مسجد بنائی اور اس میں نماز باجماعت اور خطبہ دینا شروع کیا۔[۲]

اس وقت سمرقند والے بت پرست تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ بتوں کو چھیڑنے والے ہلاک

۱۔ ضحی الاسلام۔ پہلی جلد ص ۳۵۳

۲۔ تاریخِ اسلام، جلد دوم، بنی اُمیہ ص ۱۳۶

ہو جاتے ہیں۔ قتیبہ نے ان کے عقیدے کو توڑنے کے لیے ان سارے بتوں کو جلا ڈالا۔ جب مسلمانوں کو کوئی ضرر بھی نہ پہنچا تو بے شمار صغدیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور قتیبہ نے سمرقند میں مسلمانوں کی ایک بستی بنالی۔[1]

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حدود میں توسیع ہونے کے بجائے اسلام کی توسیع اور اشاعت پر زور دیا گیا۔ اور اس کو ایک مقصد بنا لیا گیا۔ انہوں نے اپنی ساری توجہ اسلام کی اشاعت پر مرکوز کی اور اس کے لیے ہر قسم کے مادی اور اخلاقی وسائل بروئے کار لائے لگئے۔ فوجی افسروں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ اُس وقت تک کسی سے نہ لڑیں جب تک وہ پہلے اُن کو اسلام کی دعوت نہ دیں۔ اور جو ذمی اسلام لے آئیں، اُن کا جزیہ معاف کر دیں۔ اُس پر اسلام کی بہت اشاعت ہوئی۔ اکیلے جراح بن عبداللہ والی خراسان کے ہاتھوں چار ہزار غیر مسلم اسلام لے آئے۔ اسماعیل بن عبداللہ والیٔ مغرب کی تبلیغ سے سارے شمالی افریقہ میں اسلام پھیل گیا۔[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ذاتی کوششوں اور اخلاق اور دین کے ساتھ محبت کی وجہ سے بعض ملکوں نے، جو اسلام کی طرف مائل تھے، اُن کے پاس وفود بھیجے اور ان سے ان کے ساتھ مبلغین بھیجنے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے مبلغین کو روانہ کیا۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا ہوگا اس کا اندازہ ہر فطین آدمی خود بخود لگا سکتا ہے۔ اسی طرح تبت کے ایک وفد کے ساتھ سلیط بن عبداللہ حنفی کو چین بھیجا گیا۔ جس نے وہاں اسلام کی تبلیغ کی۔[3]

اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں اشرس بن عبداللہ سلمی والیٔ خراسان بنے۔ وہ بڑے فاضل اور دیندار آدمی تھے۔ انہوں نے تلوار نیام میں رکھ دی اور ترکستان میں اشاعتِ اسلام کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور ابو الصیدا نامی ایک آدمی کو ایک جماعت

[1] تاریخ اسلام جلد دوم ص ۱۳۶ - ۱۳۸

[2] ایضاً " ص ۲۱۹ - ۲۲۱

[3] ایضاً

کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے سمرقند بھیجا - اس کی کوششوں سے اتنے ذمی مسلمان ہو گئے کہ جزیے کی رقم انتہائی حد تک کم ہو گئی - لیکن اسی اشرس نے آمدنی میں کمی ہونے کی وجہ سے ایک غلطی کی اور وہ یہ تھی کہ جب ذمیوں نے اسلام قبول کیا اور اسلامی احکام باقاعدگی سے بجا لانے شروع کیے تو اس نے اس کے باوجود ان سے جزیہ لینا شروع کیا۔ ان نومسلموں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس عمل سے وہ اسلام سے متنفر بھی ہونے لگے، لیکن جب ۱۲۰ھ میں نصر بن سیار کنانی کا تقرر عمل میں آیا تو اس نے پھر یہ جزیہ معاف کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں پھر اضافہ ہونا شروع ہوا۔[۱]

بعد ازاں آٹھویں صدی عیسوی کے قریب بلخ کے ایک امیر سامان نامی نے، جس نے خراسان کے والی اشرس بن عبداللہ سے امداد حاصل کی تھی، زرتشتی مذہب کو ترک کر کے اسلام کو قبول کیا اور اپنے معاون کے نام پر اپنے بیٹے کا نام اسد رکھا اور یہ وہی نومسلم ہے جس سے سامانی خاندان (۸۷۴ء سے ۹۹۹ء) کا سلسلہ چلا - نویں صدی کی ابتدا میں قابوسی خاندان کا پہلا حکمران کریم بن شہریار مسلمان ہوا اور ۳۰۱ھ میں دیلم کے علاقے میں بہت سے لوگ ابو محمد ناصر الحق کے اثر سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔[۲]

دسویں صدی میں بحیرۂ خزر (کیسپین) کے جنوبی ساحل پر علوی خاندان کے حکمران حسن بن علی نے، جو علم و فضل اور فہم و فراست کے علاوہ مختلف فرقوں کے مذہبی عقائد سے بھی خوب واقف تھا - طبرستان اور دیلم کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی - ان میں سے بہت سے بت پرست تھے اور بعض مجوسی ان میں سے اکثر لوگوں نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۳]

ان تمام حالات کے ساتھ ساتھ اموی دور میں عربی عصبیت غالب رہی - ان کے دور میں وسط ایشیا میں عربی عنصر بہت اہمیت کا حامل تھا - اہم عہدوں پر صرف عربوں کو تعینات کیا

---

[۱] تاریخ اسلام جلد دوم ص ۲۴۵ - ۲۵۰

[۲] فجر الاسلام، ص ۱۰۴ - دعوت اسلام، ص ۲۱۲ - ۲۱۳ -

[۳] دعوت اسلام ص ۲۱۲، ۲۱۳ -

کیا جاتا تھا۔ عجمیوں کو بہت کم اہمیت دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ذمہ دارانہ اُمور میں اُن پر اعتماد تک نہیں کیا جاتا تھا۔ اموی دور میں غلاموں کو بہت کم اہم عہدوں پر تعینات کیا جاتا تھا۔ اس کا سخت ردِ عمل ہوا۔ اور عربوں اور غیر عربوں کے درمیان ایک قسم کی منافرت نے جنم لیا۔ لیسا اوقات اس منافرت نے بغاوت کی شکل بھی اختیار کی۔ مثلاً حجاج بن یوسف کے دور میں ابن اشعث نے اسی بنیاد پر حجاج کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور اس نے اپنے ساتھ امام شعبیؒ، سعیدؒ بن جبیر اور ابراہیم نخعی جیسے جیّد قاری اور علما ملا لیے۔ کچھ اس منافرت کی وجہ سے اور کچھ اموی دور کے بعض حکمرانوں کے گفتار او کردار میں تضاد کی وجہ سے اسلام کی اشاعت کو بہت نقصان پہنچایا۔[۱]

پھر اس باہمی چپقلش کا نتیجہ ابو مسلم خراسانی کی تحریک کی صورت میں منودار ہوا۔ لیکن جب حکومت عباسیوں کے ہاتھ میں آگئی تو انہوں نے بھی امویوں کی غلطی کو دہرایا اور عربوں کے بجائے غیر عربوں کو زمام اقتدار سونپی۔ منصور نے غلاموں کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا اور ان کو عربوں پر فوقیت دی۔ الغرض منصور پہلا آدمی تھا جس نے اکثر عہدوں پر غلاموں کو تعینات کیا۔ کہتے ہیں کہ عباسیوں کے ہاں پانچ ہزار غلام حکومت کے مختلف عہدوں پر تعینات تھے۔[۲]
ہارون الرشید کے زمانے میں بھی غلاموں کی تعداد زیادہ تھی اور ان کا نفوذ برامکہ خاندان کی وجہ سے ہوا۔ یہاں تک کہ فضل برمکی نے خراسان میں اپنی ایک فوج تیار کر لی، جس کا نام اُس نے العباسیہ رکھا۔ اس نے اس کا اختیار عباسیوں کو دیا۔ اس فوج کی تعداد پانچ لاکھ تھی۔[۳] مامون کے زمانے میں بھی فارسیوں کا نفوذ جاری تھا۔ معتصم کی فوج کا سپہ سالار افشین فارسی ایرانی تھا۔ ابو مسلم خراسانی عربی زبان کا ماہر تھا۔ اُس زمانے میں اکثر منشی عربی زبان کے ماہر تھے۔ اس طرح ایرانیوں نے دولتِ عباسیہ کے ابتدائی دور میں زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی۔

---

[۱] ضحی الاسلام، پہلی جلد، ص ۴۰، ۴۱، الیضاً تاریخ (نواں ایڈیشن)
[۲] الیضاً " "
[۳] الیضاً " ص ۴۲

ان کا یہ اقتدار معتصم کے دور تک جاری رہا۔ معتصم کے دور سے ترکوں کا اقتدار شروع ہوا۔ اور ایرانیوں کا اقتدار کمزور پڑ گیا۔ ترکوں کا اقتدار بنی بویہ کے اقتدار سنبھالنے تک رہا۔ چونکہ بنی بویہ ایرانی تھے اس لیے انہوں نے ترکوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ اس طرح ترکوں کی قوت کمزور پڑ گئی۔[1] اس چپقلش نے مرکزی حکومت کو بُری طرح کمزور کر دیا۔ اس کا اثر اشاعتِ اسلام پر بہت بُرا پڑا۔ پھر بھی عباسی خلفاء نے اسلام کی اشاعت میں کافی دلچسپی لی۔

جب مامون خلیفہ بنا تو صغد اور اشروسنہ پر حملہ کیا۔ اس وقت وہ خراسان میں تھا۔ حملے کے باوجود اس نے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ معتصم کے دور میں بھی اشاعتِ اسلام کا کام جاری رکھا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی فوج کے اکثر سپاہی ماوراء النہر، صغد، اشروسنہ اور شاش کے رہنے والے تھے۔ مامون خود بھی لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا۔ ایک دفعہ خراسان میں ایک نو مسلم نصرانی مرتد ہوا۔ مامون نے اپنی ذاتی کوشش اور دلائل سے اس کو دوبارہ اسلام کی طرف مائل کیا۔[2]

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بعض لوگوں نے منصب اور عہدوں کے لیے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے افشین نے بھی عہدے کے حصول کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔[3]

یہ تھا وہ مختصر سا خاکہ جو وسطی ایشیا میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں پیش کیا گیا۔ آیئے آخر میں ایک مورخ کا تاثر اس وقت کے وسط ایشیا کے بارے میں سن لیں۔ یہ مورخ خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں کو اقلیمِ مشرق کے نام سے یاد کرتا ہے لکھتا ہے

"یہ بہت وسیع ملک ہے۔ یہاں کے اکثر لوگ بڑے بڑے عالم ہیں۔ یہ اقلیم خیر کی

---

[1] ضحی الاسلام، پہلی جلد ص ۴۳

[2] ایضاً " ص ۳۶۰، ۳۶۱

[3] ایضاً " ص ۳۶۲

کان اور عِلم کا مرکز ہے۔ اس اقلیم کے بادشاہ بہترین بادشاہ ہیں اور فوج بہترین فوج ہے۔ یہاں فقہا کا درجہ بادشاہوں کے برابر ہے۔ انہوں نے امویوں کے خلاف انقلاب برپا کیا۔ اور خلافت عباسیوں میں منتقل کر دی۔

خراسان کی ہوا بہت اچھی ہے، پانی صاف اور شفاف ہے، زمین سونا اُگلتی ہے، صنعت بہت مضبوط اور ترقی یافتہ ہے، لوگوں کی صحت بہت اچھی ہے۔ اسلحہ، تجارت، علم، حیا اور عقل اُن کے پاس ہے۔

خراسان کے باشندے بہت ہوشیار بھی ہیں اور حق پرست بھی۔ خیر و شر سے بہت واقف ہیں۔ عربوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ یہاں علماء اور فضلا بہت زیادہ ہیں۔ یہاں کے باشندے بہت مالدار ہیں۔ صائب الرائے ہیں۔ یہاں مَرو ہے جس پر ساری دنیا کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ یہاں بلخ ہے جس پر ساری خوبیاں ختم ہیں۔ یہاں نیشاپور ہے جس کو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

اہل خراسان کے پاس پیسہ بہت ہے۔ یہاں یہودی کثیر تعداد میں آباد ہیں عیسائیوں کی تعداد کم ہے۔ اولادِ علی بہت بلندیوں پر ہے۔ ہاشمی اکثر فقیر اور کمزور ہیں، البتہ ہرات اور سجستان میں خوارج کی تعداد زیادہ ہے۔ نیشاپور میں معتزلہ آباد ہیں۔ لیکن غالب نہیں ہیں۔ یہاں شیعہ بھی بستے ہیں۔ یہاں امام ابوحنیفہ کے پیروکار زیادہ ہیں، البتہ شاش، طوس، نسا۔ اور ابیورد میں ان کی تعداد کم ہے، یہاں کے باشندے شافعی المسلک ہیں ہرات، سرخس اور سجستان میں ان کی قوت کافی ہے۔ ان علاقوں میں آلِ سامان کا تسلط ہے۔ آلِ سامان سیرت و صورت اور علم اور علماء کے بارے میں بہت اچھے بادشاہ ہیں۔ یہ بادشاہ حنفی مسلک کی طرف زیادہ مائل ہیں۔" [۱]

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ - وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

---

[۱] احمد امین، ظہر الاسلام، بیروت، ۱۹۶۹ء پانچواں ایڈیشن پہلی جلد ص ۲۶۰-۲۶۲۔